# اسبابِ کفر و جحود

## دوسرا سبب۔ اعراض

از جناب میر ولی اللہ صاحب ایڈوکیٹ ایبٹ آباد

سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان ماہ جولائی ۱۹۶۶ء

کفر و جحود کا پہلا سبب یعنی تقلیدِ آبا و اکابر وغیرہ جیسا کہ بیان ہوچکا اپنے اثر و عمل میں ہمہ گیر ہے دوسرے سبب یعنی اعراض کی کارفرمائیاں اس سے بھی وسیع تر ہیں۔ نوعِ انسانی کا جتنا نقصان اندھا دھند تقلید سے ہوا ہے۔ اس سے زیادہ تباہ کاری اعراض کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تقلید و اعراض کی ضرر رسانیوں سے نہ کافر بچے ہیں اور نہ مومن۔ نہ عالم بچے ہیں اور نہ جاہل۔

اعراض کے لغوی معنی ہیں۔ ایک طرف پھر جانا۔ مثلاً دو آدمی روبرو کھڑے باتیں کر رہے ہوں اور اس اثناء میں ایک آدمی ایک طرف پھر جائے اور اس کا ایک پہلو دوسرے آدمی کے سامنے آجائے۔ عام محاورے میں اس لفظ کے معنی ہیں۔ منہ پھیر لینا، منہ موڑ لینا، بے رخی کرنا، توجہ نہ کرنا، غور نہ کرنا، سوچ بچار نہ کرنا، ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دینا، غفلت شعاری وغیرہ وغیرہ

مجرمیت کے لحاظ سے اعراض گو اتنا بڑا جرم نظر نہیں آتا لیکن اس کے نتائج کفر و جحود کے باقی دونوں اسباب کے مقابلے میں بہت زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہیں۔ ہم ہر روز بلکہ ہر وقت ہزاروں ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن پر غور کرنا ہمارا فرض ہے لیکن ہم اُن پر قطعاً غور نہیں کرتے۔ گویا ہمارا دیکھنا نہ دیکھنے کے برابر ہوتا ہے۔ ہم روزانہ سیکڑوں ایسی باتیں سنتے اور پڑھتے ہیں جن پر تدبر کرنا ہمارے لئے اشد ضروری ہے لیکن ہم ان پر توجہ نہیں کرتے، اُن سے بے رُخی کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارا سننا اور نہ سننا، پڑھنا اور نہ پڑھنا

بالکل برابر ہوتا ہے۔

| | |
|---|---|
| ان کے دل (یعنی دماغ) ہیں لیکن اُن سے نہیں | لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ |
| سوچتے۔ ان کی آنکھیں ہیں لیکن اُن سے نہیں | أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ |
| دیکھتے اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے نہیں سنتے | لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ |
| یہ لوگ چارپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی | بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔ أُولَٰئِكَ |
| زیادہ گمراہ۔ یہ غافل لوگ ہیں۔ | هُمُ الْغَافِلُونَ۔ |

کون شخص ہے جس کی آنکھیں ہوں اور دیکھتا نہ ہو۔ اور وہ کون آدمی ہے جس کے کان ہوں اور سنتا نہ ہو۔ بظاہر تو ایسا کوئی آدمی نہیں۔ لیکن حقیقت میں ہم سب چارپایوں کی مانند ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ ہم سب آنکھوں والے ہیں لیکن دیکھتے نہیں۔ ہم سب کان رکھتے ہیں لیکن سنتے نہیں۔ ہم سب کے دماغ ہیں لیکن سوچتے نہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت اُن لوگوں کے لئے ہے جو جہنم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن انصاف سے کہئے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو دیکھتے ہیں، سنتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ دیکھیں، اس پر غور کریں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اور غور نہیں کرتے، گویا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ سننے کا حق تو یہ ہے کہ ہم کچھ سنیں اس پر تدبر کریں۔ لیکن ہم سنتے ہیں اور تدبر نہیں کرتے۔ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ ایسے ہی آنکھوں والے اندھے اور کانوں والے بہرے ہیں جنہیں قرآن نے "كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ" کا خطاب دیا ہے اور یہی لوگ ہیں جنہیں غافل کہا گیا ہے اور یہی لوگ ہیں اعراض کرنے والے۔

صحیح معنوں میں دیکھنا کیا ہے اور صحیح معنوں میں سننا کیا ہے۔ قرآن مجید نے ایک مقام پر اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔

| | |
|---|---|
| پس خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو سنتے ہیں بات کو | فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ |
| اور پیروی کرتے ہیں اُس کے بہتر (جزو) کی۔ یہ لوگ ہیں | فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ |
| جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی لوگ ہیں خالص عقل والے | هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ |

یہاں قرآن مجید خوش خبری دے رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو جو بات سُن کر اس پر غور کرتے ہیں اور اس کے حُسن و قبح اور نیک و بد پر سوچ بچار کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے نیک کو قبول کرتے ہیں اور اس کے بد کو رد کر دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو عقل مند کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں سنتے ہیں۔ باقی لوگ سنتے ہیں لیکن نہیں سنتے۔ اسی طرح دیکھتے بھی وہی دیکھنے والے ہیں، جو دیکھ کر غور کرتے ہیں۔ باقی دیکھنے والے دیکھتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے۔

خدا کے ایسے بندے جنھیں قرآنِ مجید نے یہاں خوشخبری دی ہے۔ بہت کم ہوتے ہیں لاکھوں کروڑوں میں ایک اور وہ بھی کئی کئی صدیوں کے بعد۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

فی الواقعہ یہی دیدہ ور لوگ ہیں جنھیں ان آیات میں خوشخبری دی گئی ہے۔ ہم سب دیکھتے ہیں۔ سنتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ لیکن ہمارا دیکھنا دیکھنا نہیں اور نہ سننا سننا ہے اور نہ سوچنا سوچنا۔ اگر ہم سب دیکھتے سنتے اور سوچتے تو یقین جانئے کہ آج اولادِ آدم کے پاس علم و ہنر کے جتنے خزانے جمع ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے اس سے صدہا چند بڑے خزانے جمع ہو چکے تھے اور اب تک دنیا کہیں سے کہیں جا پہنچی ہوتی۔ تخلیقِ آدم کے وقت ہی اللہ تعالیٰ نے آدمی کو تمام اسما کی تعلیم دیدی۔ یا بالفاظِ دیگر آدمی کی فطرت میں تمام علوم کے انتہائی مدارج کے حاصل کرنے کی استعداد ودیعت کر دی۔ اور پھر اس کے اندر اور اس کے باہر چاروں طرف زمین پر اور آسمانوں میں بے حد و عدد آیات پھیلا دیں۔ تاکہ وہ انھیں دیکھے اور ان کے حقایق پر غور کرے اور اپنے علم و فن کے خزانوں کو معمور کرے۔ لیکن آدمی ان آیات کو دیکھتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ درختوں کا پتا پتا حقایق و معارف کی ایک ضخیم کتاب ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ علوم و فنون کا ایک معمور خزانہ ہے۔ لیکن آدمی ہے کہ نہ ان کتابوں کے کھولنے کی تکلیف اٹھاتا ہے اور نہ ان خزانوں کی کنجی کو ہی کبھی ہاتھ لگاتا ہے۔ دیکھتا ہے اور ایک طرف مڑ جاتا ہے۔ صرف معدودے چند ایسے ہوشمند اور دیدہ ور آدمی

ہوتے ہیں۔ جو ان آیاتِ الٰہی کے مطالعہ میں عمر بھر مصروف رہتے ہیں۔ دنیا علم و فن کے جن مدارج تک بھی اب تک پہنچ سکی وہ ان ہی بزرگوں کے دم قدم کی برکت ہے۔ اور فی الحقیقت یہی معدودے چند آدمی ہوتے ہیں جو خدا کو صحیح معنوں میں پہچان سکتے ہیں۔ ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار     ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار (سعدی)

سعدیؒ کے اس شعر کو نری شاعری نہ سمجھئے۔ اولادِ آدم کی اعراض پسندی اور غفلت شعاری کے باوجود علمائے علمِ نباتات اپنے فن میں جس قدر تحقیقات کر چکے ہیں صرف اسی کی بنا پر درخت کے ایک ایک پتے پر دستِ قدرت نے جتنی محیرالعقول کارفرمائیاں کی ہیں اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اگر آدمی آج بھی اعراض اور غفلت کو چھوڑ دے تو نوعِ انسانی کے علوم کی ترقی کی رفتار موجودہ رفتار سے ہزار در ہزار چند زیادہ ہو جائے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

آیاتِ الٰہی کی طرف سے یہی بے رخی، یہی روگردانی، یہی غفلت یعنی یہی اعراض، خدا کے بیشمار بندوں کو خدا کی پہچان سے محروم رکھتا ہے اور کفر و جحود کی لعنت کی گہرائیوں میں گرا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو سن کر یا دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں اور پیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ بہرے اندھے بلکہ مردے کہا ہے

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ     یقیناً تو نہیں سناتا مُردوں کو اور نہیں سناتا
الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ     بہروں کو پکار بحالیکہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جاتے ہیں
وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ     اور تو راہ نہیں دکھاتا اندھوں کو ان کی گمراہی
ضَلٰلَتِهِمْ۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ     سے۔ تو صرف اس شخص کو سناتا ہے جو ایمان لاتا
يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔     ہے ہماری نشانیوں پر ایسے لوگ ہی مسلم ہیں۔

غور کیجئے قرآن ان لوگوں کو مسلمان نہیں کہتا جو آیاتِ الٰہی کو دیکھ کر یا سن کر منہ پھیر لیتے ہیں اور ان پر تدبر نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے لوگوں کو اندھے بہرے اور مردے کہا گیا ہے۔ آیاتِ الٰہی پر ایمان لانا

یہی ہے کہ اُن پر غور کیا جائے۔ ان کے حقایق کی معرفت حاصل کی جائے اور اس طرح ان آیات کے خالق و مالک کو پہچانا جائے۔

ہم میں سے کتنے ہیں۔ جو روزانہ ہزارہا آیاتِ الٰہی کو دیکھتے اور سنتے ہیں اور ان سے بے رخی نہیں کرتے۔ ان سے منہ پھیر کر اور پیٹھ پھیر کر چلے نہیں جاتے۔ اور ہم میں سے کتنے ہیں جو مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی کی رو سے مومن یا مسلم کہلانے کے مستحق ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم سب اِلّا ما شاء اللہ معرضین میں سے ہیں۔ دیکھتے ہیں سنتے ہیں اور منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ ہزارہا آیاتِ الٰہی میں سے کبھی ایک آیت پر بھی پوری طرح غور نہیں کیا۔ نہ آیاتِ آسمانی پر، نہ آیاتِ زمینی پر اور نہ آیاتِ نفسی پر۔

قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو آیاتِ الٰہی پر غور نہیں کرتے اور انھیں سرسری طور سے دیکھ کر سن کر یا پڑھ کر اِدھر اُدھر مشغول ہو جاتے ہیں۔ ظالم کہا ہے۔ ہمارے اندر اور ہمارے باہر چاروں طرف اللہ تعالیٰ کی نہایت روشن اور بیّن نشانیاں بکھری پڑی ہیں۔ پھر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ ہم اُن کی طرف سے بے رخی کریں اور منہ پھیر کر چلے جائیں۔

| | |
|---|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ | اور کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے جسے اپنے رب کی نشانیوں سے نصیحت دی گئی اور اس نے اُن سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے |

اس آیت سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) آیاتِ الٰہی پر تدبر نہ کرنے والوں کو ظالم بلکہ سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ کافروں اور مشرکوں کو بھی قرآن مجید نے ظالم کہا ہے۔

(۲) آیاتِ الٰہی بلا واسطہ نصیحت اور تعلیم ہیں۔ یعنی بغیر کسی ناصح اور معلّم کے خدا کی یہ نشانیاں خدا کی طرف رہبری کرتی ہیں۔

(۳) اعراض ایک جرم ہے۔ جس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔

یہ تو خداوند کریم کا مزید فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رسول اور

ناصح اور مبلغ بھیجے۔ فرض کرو کہ دنیا میں کوئی پیغمبر یا ناصح نہ آتا، یا فرض کرو کہ دنیا کی کسی قوم یا ملک تک کسی پیغمبر کی تعلیم نہ پہنچتی۔ یا فرض کرو کہ کسی ایک فردِ بشر تک کوئی ایسی تعلیم نہ پہنچتی۔ تو پھر اس صورت میں اس قوم یا فرد کی خدا پر ایمان لانے کی ذمہ داری کہاں تک ہوتی۔ قرآن مجید کے صدہا دیگر مقامات سے اور آیتِ بالا سے اس سوال کا جواب ملتا ہے کہ ایسی صورت میں بھی ایک صاحبِ عقل آدمی خدا پر ایمان لانے کا اتنا ہی ذمہ دار اور مکلف ہے جتنا بصورتِ دیگر۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عقل دی ہے اور علم دیا ہے اور اس کے ساتھ اپنی قدرت کے بے شمار کرشمے یعنی بے تعداد آیات بینات اس کے ساتھ رکھ دی ہیں۔ اب اگر آدمی اعراض نہ کرے اور ان خدائی نشانیوں پر یا اُن میں سے چند ایک پر ہی غور کرے تو یقین ہے کہ اُس کی عقلِ سلیم اس کو خدا تک پہنچا دے گی۔ تدبر کرنے والا آدمی کبھی خدا سے بیگانہ نہیں رہ سکتا۔ کفر و جحود کی لعنت انہی لوگوں کے نصیب میں ہے جو خدا کی اُن نشانیوں کو دیکھتے ہیں اور مُنہ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آیتِ الٰہی ہے لیکن آدمی دیدہ و دانستہ اندھا بن جائے اور بہرا بن جائے تو اس کا کیا علاج۔

| | |
|---|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ | اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جسے اپنے |
| رَبِّہٖ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَنَسِیَ مَا | رب کی نشانیوں سے نصیحت دی گئی اور اس نے |
| قَدَّمَتْ یَدٰہُ۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی | ان سے مُنہ پھیر لیا۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے |
| قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ | آگے بھیجا اسے بھول گیا۔ تحقیق ہم نے ان کے دلوں پر |
| وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا۔ وَاِنْ | پردہ ڈالا ہے اس لئے وہ اسے نہیں سمجھتے۔ اور |
| تَدْعُھُمْ اِلَی الْھُدٰی فَلَنْ یَّھْتَدُوْٓا | ان کے کانوں میں بوجھ ہے اگر تو انھیں ہدایت کی طرف |
| اِذًا اَبَدًا۔ | بلائے تو وہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے کبھی بھی۔ |

اس آیت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) یہاں بھی آیاتِ الٰہی سے اعراض کرنے والوں کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ آیاتِ الٰہی پر غور نہ کرنا آدمی کو بدترین قسم کا کافر اور منکر بنا دیتا ہے۔

(۲) آیاتِ الٰہی سے بے رخی کرنے والے لوگ اپنے اعمال کے نیک و بد اور اُن کے انجام پر غور نہیں کرتے۔ گویا کہ یہ لوگ اپنے کئے کو بھول جاتے ہیں۔ فی الواقعہ جو آدمی آیاتِ الٰہی کی طرف سے بے توجہی کرنے کا عادی ہے وہ اپنے اعمال پر کب غور کرے گا۔ بڑی چیزوں سے غفلت کرنے والا آدمی چھوٹی چیزوں کو تو بھول ہی جائے گا۔ پس اپنے کردار کا جائزہ نہ لینا اعراض کی عادتِ بد کا نتیجہ ہے۔

(۳) اعراض کرنے والوں کے دلوں پر خدا پردہ ڈال دیتا ہے اس لئے وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے اور اُن کے کان بھاری ہوتے ہیں اس لئے وہ کچھ نہیں سُن سکتے۔

اگرچہ کہا گیا ہے کہ اعراض کرنے والوں کے دلوں پر خدا پردہ ڈال دیتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ معرضین کے دلوں پر خود اُن کا اعراض یہ پردہ ڈالتا ہے۔ قانونِ فطرت خدا کا قانون ہے اور اس اٹل قانون کی رو سے کوئی ایسا فعل نہیں جس پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو، اعراض کا نتیجہ ہے۔ قوائے عقلی کا تعطل پس جو شخص اعراض کا عادی ہو گا۔ اس کی سوچنے کی طاقت رفتہ رفتہ بیکار ہو جائے گی۔ یعنی اس کی عقل پر پردہ پڑ جائے گا اور وہ غور و فکر کرنے کے قابل ہی نہ رہے گا۔ چونکہ فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کے قانون کے مطابق تمام اعمال و افعال پر نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں پردہ ڈالنے کے فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا ہم کہیں کہ فلاں شخص نے سنکھیا کھایا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے ہلاک کر دیا۔ قرآنِ کریم میں اور بہت سے مقامات پر کافروں کے دلوں پر آنکھوں پر اور کانوں پر پردہ ڈالنے کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہر ایسے مقام پر حقیقتِ حال یہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ چونکہ اس موضوع پر ایک علیحدہ مضمون زیرِ نظر ہے۔ اس لئے یہاں صرف اجمالی بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۴) آیاتِ الٰہی پر غور نہ کرنے والوں کے متعلق اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر چند پیغمبر اُن لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کرے۔ یہ لوگ ہرگز ہرگز سیدھی راہ پر نہ آئیں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا اصلی سرچشمہ خود انسان کے اندر ہے۔ آدمی اپنے علم اور عقل سے کام لے گا تو ضرور خدا پر ایمان لے آئے گا۔ اگر اس کی اعراض کی عادت اِس اندرونی چشمۂ ہدایت کو بند

کردے گی۔ تو پھر کوئی بیرونی تعلیم اور تبلیغ اسے مومن نہیں بنا سکتی۔

پیغمبر اور ریفارمر تو قوائے فکری کو تیز کرنے کا کام کرتے ہیں۔ اگر آدمی ان قویٰ کو قطعاً بے کار کر کے رکھدے تو پھر رسول کی تعلیم اسے کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ راہنما کتنا ہی کامل ہو اگر مسافر قدم اٹھانے سے ہی انکار کردے تو وہ منزلِ مقصود پر کیسے پہنچ سکے گا۔

| | |
|---|---|
| وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ | اور مت ہو ان لوگوں کی مانند جو کہتے ہیں کہ ہم نے |
| لَا يَسْمَعُونَ۔ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ | سنا اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ نہیں سنتے۔ تحقیق |
| عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا | اللہ کے نزدیک بدترین جانور ہیں وہ لوگ جو |
| يَعْقِلُونَ۔ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ | بہرے اور گونگے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے |
| خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ۔ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ | اگر اللہ ان لوگوں میں کچھ بھلائی دیکھتا تو البتہ |
| لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ۔ | انھیں سناتا اور اگر سناوے ان کو تو وہ پھر جاویں اور منہ پھیر لیں۔ |

معرضین کے متعلق اِن آیات میں بھی چند در چند باتیں غور کے قابل ہیں۔

(۱) بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے۔ یہی لوگ معرضین ہیں۔ وہ سنتے ہیں لیکن جو کچھ سنتے ہیں اس پر غور نہیں کرتے۔ دیکھتے ہیں لیکن جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر تدبر نہیں کرتے۔ ان کا سننا نہ سننے کے برابر اور ان کا دیکھنا نہ دیکھنے کے برابر ہوتا ہے۔

(۲) اعراض کرنے والے لوگ جن کا سننا نہ سننے کے برابر ہوتا ہے اور جن کا دیکھنا نہ دیکھنے کے برابر ہوتا ہے۔ انھیں یہاں بدترین چوپایہ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے (لا یعقلون) اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہم کچھ سنیں اور اس پر غور نہ کریں یا کچھ دیکھیں اور اس پر سوچ بچار نہ کریں تو وہ سننا اور دیکھنا حیوانات کے سننے اور دیکھنے سے بھی بدتر ہے۔

(۳) اِنَّ شَرَّ الدواب کے متعلق یہاں کہا گیا ہے کہ "اگر اللہ ان لوگوں میں کچھ بھلائی دیکھتا۔ تو البتہ انھیں سناتا" اس مقام پر موضح القرآن میں یہ نوٹ لکھا ہے:۔

"یعنی اللہ نے اُن کے دل میں ہدایت کی لیاقت نہیں رکھی جن میں لیاقت رکھی ہے

انھیں کو ہدایت دیتا ہے اور بغیر لیاقت جو سنتے ہیں تو انکار کرتے ہیں "

چھوٹا منہ اور بڑی بات والی بات ہے اور کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے لیکن اس نوٹ کے الفاظ سے تو یہ بات نکلتی ہے کہ بعض آدمیوں کی فطرت میں ہی اللہ نے ہدایت یاب ہونے کی استعداد نہیں رکھی۔ اگر یوں ہے تو یہ لوگ مکلف کیونکر ہوئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے اُن مرفوع القلم لوگوں کے جنھیں عقل کی دولت سے محروم رکھا گیا ہے باقی سب انسانوں کے دل میں ہدایت کی لیاقت رکھی ہے اور سب کی فطرت میں راہِ راست پر چلنے کی استعداد ودیعت کی ہے۔

یہاں جو کہا ہے کہ "اگر اللہ ان لوگوں کے اندر کچھ بھلائی دیکھتا" تو اس کا مطلب یہ نہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اِن لوگوں کے اندر خیر کا مادہ رکھا ہی نہیں بلکہ مدعا یہ ہے کہ خود ان لوگوں نے اپنی اندرونی استعداد اور لیاقت کو اعراض کے زہر سے ہلاک کر دیا ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ساتھ ہی فرمایا کہ "اگر اب بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہِ راست دکھا دے اور انھیں اس پر چلنے کا حکم دے تو وہ سن کر منہ پھیر لیں گے اور پیٹھ پھیر کر چلے جائیں گے"۔

پس صحیح بات یہ ہے کہ ان معرضین کے اندر خیر کا مادہ تو موجود تھا لیکن ان کے اعراض کی عادت یعنی عقل سے کام نہ لینے کی عادت نے اس مادے کو اتنا بیکار کر دیا گویا وہ معدوم ہو گیا۔

آیاتِ الٰہی (یعنی خدا کی نشانیاں) کئی طرح کی ہیں اور بے شمار و بے حساب ہیں لیکن اکثر آدمی بوجہ اعراض کے ان آیات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

**آیاتِ قرآنی سے اعراض**

کتنے آدمی ہیں جو آیاتِ قرآنی سے اعراض نہیں کرتے۔ ہزاروں لاکھوں میں شاید کوئی ایک ہو۔ ہم میں سے وہ لوگ بھی جو روزانہ اِن آیات کو سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں، ان پر کبھی غور نہیں کرتے۔ اِلّا ماشاء اللہ

| | |
|---|---|
| حٰمٓ۔ تنزیلٌ مِنَ الرحمٰنِ الرّحیم | اتاری ہوئی رحمان الرحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے |
| کتابٌ فُصِّلتْ اٰیاتہ قرآناً عربیاً | جس کی آیتیں تفصیل سے بیان ہوئیں۔ یہ قرآن ہے |
| لقومٍ یعلمون۔ بشیراً ونذیرا | عربی زبان میں اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں |

فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون ۔ — خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ پس ان میں سے اکثر لوگوں نے منہ پھیر لیا۔ وہ نہیں سنتے۔

وہ نہیں سنتے یعنی وہ آیاتِ قرآنی پر غور نہیں کرتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بہت لوگ قرآن کی آیات کو سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن ان پر غور کرتے بہت کم ہیں۔ باقی لوگوں کا آیات قرآنی کو سننا نہ سننے کے برابر ہے۔ اسی لئے کہا کہ وہ نہیں سنتے۔ ایک کان سے بات سنی اور دوسرے کان سے نکال دی اور منہ پھیر کر چل دیئے۔ یہ سننا سننا نہیں۔ مسلمان تو اکثر قرآنی آیات کو سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں غیر مسلم بھی گاہ بگاہ ان آیتوں کو سنتے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن ان سننے اور پڑھنے والوں کی ایک بڑی اکثریت معرضین کی ہے۔

قرآن صرف عربی زبان میں ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کی قریب قریب ہر زبان میں موجود ہے۔ مختلف زبانوں میں اس کی صدہا تفسیریں بھی موجود ہیں۔ لیکن کتنے آدمی ہیں جو آیات قرآنی کو سمجھنے یا ان پر غور کرنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ خود مسلمانوں کی اکثریت بھی بس اتنا کچھ ہی کرتی ہے کہ قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھ لیا اور صرف اسی کو وسیلۂ نجات سمجھ لیا۔ لفظوں کے معنی نہیں جانتے، غور کرنا تو در کنار رہا۔ یہ آیاتِ قرآنی سے اعراض نہیں تو اور کیا ہے۔ اکثر اچھے لکھے پڑھے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔

مسلمانوں کی انتہائی بد قسمتی ہے کہ انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو سمجھنا اور ان پر تدبّر کرنا صرف علمائے دین کا فرض ہے اور اس سے بھی زیادہ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ علمائے دین نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگلے زمانے کے علما قرآن مجید پر کافی تدبّر کر چکے۔ اب مزید غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

از ہدایت بدست کورے چند — مصحفے ماند و کہنہ گورے چند
گور با کس سخن نمی گوید — سرِّ مصحف کسے نمی جوید

**آیاتِ کائنات سے اعراض**

قرآنی آیات تو زیادہ تر آیاتِ کائنات کی طرف توجہ دلانے والی ہیں۔ اصلی اور بنیادی آیاتِ الٰہی تو یہی آیاتِ کائنات ہیں جو ہر عالم و جاہل کے سامنے بکھری پڑی ہیں اور جن پر اپنی بساط کے مطابق ہر شخص غور کر کے دولتِ ایمانی سے مالا مال ہو سکتا ہے۔

اَولم یرالّذِینَ کفرُوا انّ السّمٰوات — کیا نہیں دیکھتے کافر کہ آسمان اور زمین ملے
وَالارض کانتا رتقاً ففتقنٰھُمَا — ہوئے تھے پس جدا کیا ہم نے ان کو۔ اور کیا
وَجعلنا منَ السّمآء کلّ شیٴ حیّ — ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ۔ کیا یہ لوگ پھر
افلا یؤمِنُون۔ وَجعلنا فی الارض — بھی ایمان نہیں لاتے اور بنائے ہم نے زمین
رَواسِیَ اَنْ تمیدَ بھِمْ وَجعلنَا — میں پہاڑ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہل جائے ان کے
فِیھَا فجاجًا سُبُلاً لعلّھم یھتدُوْن — ساتھ اور بنائے ہم نے اس میں کشادہ رستے
وَجعلنا السّمآءَ سقفاً محفوظاً — تاکہ وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ
وَھُمْ عَنْ ایاتھا معرضون۔ — چھت بنایا اور لوگ اس کی آیات سے مُنہ
پھیر لیتے ہیں۔

ان آیات میں چند آیاتِ کائنات کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگ ان پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی طرف سے بے رخی کرتے ہیں۔ آیاتِ کائنات پر غور کرنے کا مطلب کیا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی آیاتِ بالا میں دیا گیا ہے۔ کہا ہے کہ کیا کافر یہ نہیں دیکھتے کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے ہم نے ان کو جدا کیا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ کافر تو خیر کافر ہوئے۔ کس مومن نے یہ دیکھا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے ملے ہوئے تھے اور پھر جدا کئے گئے۔ جب تک آدمی ایک فلسفی اور ایک سائنسداں کی آنکھ سے آفرینشِ عالم پر نظر نہیں کرتا وہ یہ نہیں دیکھ سکتا کہ پہلے آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے اور بعد میں جدا کئے گئے پس آیاتِ الٰہی پر غور کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ ہم آسمان کو دیکھیں اور کہیں کہ واہ واہ! تیری قدرت کے کرشمے۔ کیا عجیب چیز بنائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض آدمیوں سے ہم اس سے زیادہ گہرے غور کی توقع نہیں کر سکتے۔ لیکن ہر ایک شخص سے اس کے علم اور عقل کے مطابق آیاتِ الٰہی پر زیادہ سے زیادہ غور کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے اور کوئی صاحبِ علم آدمی آیاتِ الٰہی سے اعراض کرنے کے جرم سے بری نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ ان آیات میں سے کم از کم چند ایک پر نہایت گہری اور عالمانہ نظر نہ ڈالے۔

علومِ فلکیات ونباتات ومعدنیات وحیات وغیرہ کے علما کے علاوہ اور کون شخص یہ دعوےٰ کرسکتا ہے کہ اس نے آیاتِ کائنات پر کبھی غور کیا ہے۔ ان لوگوں کے سوا باقی تمام لوگ کم وبیش معرضین کی فہرست میں شامل ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شخص سائنسداں نہیں ہوسکتا۔ نہ فلسفی بن سکتا ہے لیکن اس بات میں بھی کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ہر لکھے پڑھے آدمی کا فرض ہے کہ کم ازکم وہ ان علوم کے مبادیات سے واقف ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم ان علوم کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔ عام تعلیم یافتہ لوگوں میں سے تو پھر چند آدمی ان فنون کی تحصیل میں کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے علما تو اس طرف رخ ہی نہیں کرتے۔ ان کے نصاب میں کہیں بھی ان چیزوں کو جگہ نہیں دی گئی۔

اور یہ جو مذہب اور سائنس کے درمیان جنگ کرائی جارہی ہے۔ اس میں نہ مذہب کا قصور ہے نہ سائنس کا۔ ان دونوں کے درمیان آپس میں کوئی دشمنی نہیں اور نہ یہ لڑنا چاہتے ہیں۔ انسان کا بنایا ہوا مذہب سائنس سے لڑسکتا ہے لیکن خدا کا بنایا ہوا کوئی مذہب سائنس سے قطعاً نہیں لڑسکتا۔ سائنس نام ہے علم کا۔ پھر کیا علم اور مذہب کبھی آمادۂ جنگ ہوسکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علم بعض دفعہ سچ تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اس سے بھی توانکار ممکن نہیں کہ علم ہمیشہ سچ کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور جتنی حقیقتیں آج تک واضح ہوچکی ہیں وہ اسی سرگردانی کا نتیجہ ہیں۔

آیاتِ بالا میں یہ جو کہا گیا ہے کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے۔ پس جدا کیا ہم نے ان کو۔ اس کے متعلق مختلف قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ آسمان اور زمین ابتدا میں شئی واحد تھے۔ ایک چیز تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جدا کیا۔ ایک جزو آسمان بن گیا اور ایک زمین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ابتدا میں آسمان ایک شئی واحد تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُسے سات آسمانوں میں تقسیم کردیا اور زمین ایک شئی واحد تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے سات زمینیں بنادیں۔

تیسرا قول ہے کہ آسمان ابتدا میں ایک بند چیز تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس سے سورج، چاند، تارے وغیرہ پیدا کئے اور زمین ایک بند چیز تھی بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس سے چشمے نہریں، دریا

کانیں اور رنگا رنگ نباتات وغیرہ پیدا کئے۔

چوتھا قول ابو مسلم اصفہانی کا ہے کہ رتق سے مراد قبلِ ایجاد کی حالت ہے اور فتق سے مراد ایجاد یعنی آسمان اور زمین پیدا ہونے سے پہلے حالتِ عدم میں تھے۔ پھر موجود ہو گئے۔ یہ سوال کہ زمین کے موجودہ شکل میں آنے سے پہلے کیا تھا اور آسمان کے موجودہ صورت میں آنے سے پہلے کیا تھا اور کچھ تھا بھی کہ نہیں۔ سائنس اور فلسفے کا ایک مستقل اور مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

اس بارے میں پانچواں قول یہ ہے کہ زمین اور آسمان پہلے اندھیرے میں تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں روشن کر دیا۔

ان مختلف اقوال کے متعلق یہ خیال کرنا درست نہ ہوگا کہ یہ قول ایک دوسرے کے منافی یا متضاد ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک قول اپنی اپنی جگہ ایک حد تک درست ہو اور حقیقت کا مظہر۔ آفرینشِ عالم کے متعلق کوئی فلاسوفی کی کتاب اٹھا کر دیکھیے۔ یا سائنس کی کوئی کتاب پڑھیے۔ پھر اس کے بعد قرآن مجید کی اس آیت پر غور کیجیے۔ یقین ہے کہ آپ قرآنی الفاظ کے اعجاز سے مسحور ہو جائیں گے اور بے ساختہ بول اٹھیں گے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انصاف یہ ہے کہ آیاتِ کائنات اور آیاتِ قرآنی پر کما حقہ غور کرنے کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ "کیا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ" حیوانات اور نباتات تو بجائے خود رہے، جمادات کا وجود بھی پانی سے ہے لیکن آپ اس حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ فنونِ متعلقہ کی کسی کتاب کا مطالعہ نہ کریں۔ کائنات کی انہی دو نشانیوں کا ذکر کر کے کہا "افلا یومنون" اب یہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت (نمبر ۳۰) کو صرف پڑھ لینے سے ایمان کی دولت نہیں مل سکتی۔ ایمان صرف اسی صورت میں آتا ہے کہ آپ اس آیت میں بیان کی ہوئی اِن دو آیاتِ کائنات پر پوری طرح سے تدبر کریں۔

آیات (۳۱ و ۳۲) میں پہاڑوں کے پیدا کئے جانے کی غرض، پہاڑوں میں وادیاں اور درے بننے کی وجہ اور آسمان کے سقف محفوظ ہونے کا بیان ہوا ہے اب یہ تمام چیزیں آیاتِ الٰہی صرف اسی صورت میں کہلائی جا سکتی ہیں جب وہ موجب ازدیادِ ایمان بن جائیں اور یہ حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔

جب تک آپ کی نظر ان معاملات میں اتنی گہری نہ ہو جائے جتنی ایک سائنسدان کی ہوتی ہے۔

پے علم چوں شمع باید گداخت

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

افسوس ہے کہ اس مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ آیاتِ قرآنی کے ساتھ ساتھ آیاتِ کائنات کے متعلق سائنس نے جس قدر مکاشفات کئے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے جائیں تاکہ حقیقت زیادہ واضح ہو جائے البتہ اتنی گزارش ہے کہ آیاتِ قرآنی کو صرف پڑھ لینا یا آیاتِ کائنات کو صرف دیکھ لینا کافی نہیں متعلقہ علوم و فنون کی روشنی میں ان پر غور کرنا ضروری ہے ورنہ ہم ان آیات سے اعراض کرنے کے مجرم ہوں گے قرآنی آیات زیادہ تر انھیں آیاتِ کائنات کی طرف متوجہ ہونے کی تاکید کرتی ہیں۔ جا بجا سورج، چاند ستاروں، ان کے طلوع و غروب۔ باد و باراں اور برق و رعد اور نباتات کے نشو و نما وغیرہ کو آیاتِ الٰہی کہا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں صرف اسی صورت میں آیات بن سکتی ہیں جب ان پر غور کیا جائے۔

آیاتِ کائنات کی طرف سے بے رخی کرنے والے کبھی ایمانِ کامل کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ ایسے لوگ بظاہر ایمان لا کر بھی شرک کی لعنت میں پھنسے رہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وکاین من اٰیۃٍ فی السموات و | اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں |
| الارض یمرون علیھا وھم عنھا | جن پر سے یہ گزرتے ہیں اور ان سے منہ پھیر |
| معرضون وما یؤمن اکثرھم | لیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان لائے |
| باللہ الا وھم مشرکون (۱۲-۵-۱۰۶) | ہوئے بھی مشرک ہوتے ہیں۔ |

ان آیات میں ایک عظیم الشان حقیقت بیان ہوئی ہے۔ دنیا کی قریب قریب تمام قومیں اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتی ہیں اور باوجود اس کے مشرک ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف خدا کو مانتے ہیں بلکہ خدا کو ایک بھی مانتے ہیں لیکن با ایں ہمہ وہ شرک سے پاک نہیں۔ آیاتِ بالا میں اس تعجب انگیز حقیقت کی وجہ بیان کی گئی ہے یہ وجہ اعراض ہے۔ یہ لوگ آیاتِ کائنات کو دیکھتے ہیں اور ان پر کچھ سرسری غور بھی کرتے ہیں لیکن کما حقہ غور نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان لا کر بھی مشرک ہی رہتے ہیں۔

آسمان اور زمین کی نشانیاں جن کا ان آیاتِ قرآنی میں ذکر ہوا ہے بے حساب اور بے شمار ہیں قرآن مجید میں بہت مقامات پر ان نشانیوں میں سے بعض جو زیادہ اہم ہیں علیحدہ علیحدہ گن کر بتائی گئی ہیں سورج، چاند، ستارے، سیارے، ٹوٹنے والے تارے۔ ان کی مختلف حرکات، ان کا فضائے آسمانی میں معلق رہنا اور نہ گرنا، دن رات اور ان کا تفاوت، موسموں کا تفاوت، بادل، بارش، برف اور اولے۔ رعد اور برق۔ ہوائیں ان کے اثرات اور حرکات۔ پہاڑ، وادیاں، درے۔ اشجار و اثمار، چشمے، نہریں دریا اور سمندر، زمینی، ہوائی اور بحری جانور، غرضکہ موالید ثلاثہ کا ایک ایک فرد اور کائنات کا ایک ایک ذرہ آیاتِ الٰہی میں شامل ہیں اور قرآن مجید نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کہا ہے۔ یعنی خدا تک پہنچنے کے لئے یہ چیزیں نشانِ راہ کا کام دینے والی ہیں۔

بت پرست قوموں نے کائنات کی ان نشانیوں کو دیکھا۔ ان پر سرسری غور بھی کیا اور ان کی عظمت شان کا کچھ اندازہ بھی کیا۔ لیکن ان چیزوں کی حقیقت پر علمی رنگ میں تدبر نہ کیا اور اعراض کے مرتکب ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نے سورج دیوتا کی پرستش شروع کردی، کسی نے دوسرے کواکب کی پوجا کو اپنا مذہب ٹھیرالیا بادل اور رعد و برق کے دیوتاؤں کو بھی خدا مان لیا۔ ہوا کے دیوتا کو پوجنے لگے۔ دریاؤں اور پہاڑوں کی پرستش کی، درختوں کی پوجا کی۔ انسانوں اور حیوانوں کو اپنا معبود بنایا۔ غرضکہ یہی آیاتِ الٰہی ان لوگوں کو شرک میں مبتلا کرنے کا باعث ہوگئیں۔ وجہ صرف یہی تھی کہ انھوں نے ان آیات پر پوری طرح سے تدبر نہ کیا۔ اگر وہ غور و فکر سے کام لے کر ان چیزوں کی حقیقت پہچان لیتے تو اُن کا ایمان مکمل ہوجاتا اور شرک کی نجاست سے آلودہ نہ ہوتے۔

نیچری اور دہریے وغیرہ خدا کو نہ ماننے والی جماعتیں بھی اعراض کی وجہ سے کفر و جحود میں مبتلا ہوئیں۔ ان لوگوں نے بھی آیاتِ کائنات پر کماحقہ غور نہ کیا۔ ان کی نیم توجہی نے انھیں منکر بنادیا جیسا کہ بت پرست قوموں کو ان کی بے رخی نے مشرک کردیا۔ آیاتِ کائنات پر علمی رنگ میں غور کرنے والے لوگ جتنا اپنی تحقیقات کو بڑھاتے جاتے ہیں، اتنا ہی خدائے واحد پر ان کا ایمان مکمل ہوتا جاتا ہے۔ یورپ کے ایک سائنسداں کا قول ملاحظہ ہو۔

"یہ خیال کرنا ممکن ہی نہیں کہ زندگی کا آغاز اور اس کی روانی ایک قادرِ مطلق خالق کے بغیر ہو ہمارے چاروں طرف کریمانہ اور حکیمانہ تخلیق و تعمیر کے محیّر العقول اور مضبوط ثبوت بکھرے پڑے ہیں جو ہمیں بتاتے ہیں کہ تمام زندہ چیزیں ایک ازلی اور ابدی حاکم اور خالق کے دستِ تصرف میں ہیں۔"

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا
وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ. وَ
جَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ
وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ. لِيَأْكُلُوا
مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا
يَشْكُرُونَ. سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ
الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ
الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا
لَا يَعْلَمُونَ. وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ
نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا.
ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ.
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ
كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ. لَا الشَّمْسُ
يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ
يَسْبَحُونَ. وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

اور نشانی ہے کہ ان کے لئے زمینِ مردہ کہ زندہ کیا ہم نے اس کو اور نکالا ہم نے اس میں سے اناج۔ جسے وہ کھاتے ہیں اور بنائے ہم نے اس میں باغ کھجوروں کے اور انگوروں کے اور جاری کئے ہم نے اس میں چشمے تاکہ وہ اس کے میوے کھائیں۔ اور ان چیزوں کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا ہیں کیا وہ شکر نہیں کرتے، پاک ہے وہ خدا جس نے زمین سے اُگی ہوئی سب چیزوں کے جوڑے بنائے اور خود ان کے اور ان چیزوں کے جنھیں وہ نہیں جانتے اور نشانی ہے ان کےلئے رات۔ نکالتے ہیں ہم اس سے دن کو۔ پس ناگہاں وہ آنے والے ہیں اندھیروں میں اور سورج چلتا ہے اپنی قرارگاہ میں۔ یہ حکم ہے خدائے غالب و علیم کا اور چاند کے لئے مقرر کر دیں ہم نے منزلیں حتیٰ کہ وہ سوکھی کھجور کی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ سورج کے لئے ممکن نہیں کہ وہ چاند کو جالے اور رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور تمام کواکب آسمان میں چلتے ہیں اور نشانی ہے ان کے لئے یہ کہ اٹھایا۔

| | |
|---|---|
| فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۔ وَخَلَقْنَا لَهُمْ | ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں۔ اور پیدا |
| مِنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ۔ وَاِنْ نَّشَاْ | کیں ہم نے ان کے لئے کشتی کے مانند اور سواریاں |
| نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ | اور اگر ہم چاہیں تو غرق کردیں ہم ان کو پھر کوئی ان کا |
| یُنْقَذُوْنَ ۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا | مددگار نہ ہوگا اور نہ وہ بچ سکیں گے۔ ہاں ہماری |
| اِلٰى حِیْنٍ ۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ | رحمت سے اور کچھ مدت جی لینے کے لئے۔ اور جب |
| اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا | کہا جاتا ہے ان کو کہ ڈرو ان مصائب سے جو تمہارے |
| خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ وَمَا تَاْتِیْهِمْ | آگے ہیں اور جو پیچھے۔ تاکہ شاید تم پر رحم کیا جائے لو |
| مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا | جب کبھی خدا کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے |
| عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۔ (۳۶-۴۳ تا ۴۶) | پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ |

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی میں آیاتِ کائنات میں سے بعض نشانیوں کی طرف علیحدہ علیحدہ اور گن گن کر توجہ دلائی گئی ہے اور آخری آیت میں کہا گیا ہے کہ اِن نشانیوں سے ان لوگوں کو کیا حاصل جو انھیں دیکھ کر مُنہ پھیر لیتے ہیں اور ان پر مطلق توجہ ہی نہیں کرتے۔

ان آیات میں زمینِ مردہ کو ایک نشانی کہا گیا ہے۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے یا موسمی تغیرات کے باعث زمین مردہ ہو جاتی ہے اور اس میں پودے اُگانے کی طاقت بالکل باقی نہیں رہتی۔ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو ازسرِنو زندہ کر دیتا ہے۔ اس سے مختلف قسموں کے اناج پیدا ہوتے ہیں، ثمردار درخت پیدا ہوتے ہیں اور زمین سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی کریمانہ اور حکیمانہ تخلیق کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فی الواقعہ یہ سب کچھ انسانی ہاتھوں کی محنت کا نتیجہ نہیں۔ ہر چند انسانی ہاتھ زمین میں بیج ڈالتا ہے لیکن اس بیج سے پودا نکالنا خدا کا کام ہے۔ اس ایک دانے کے بدلے جو آدمی نے زمین میں ڈالا صدہا اور ہزار ہا دانے پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ چند دانوں سے جو زمین میں ڈالے گئے ایک سرسبز اور لہلہاتی ہوئی کھیتی کس طرح تیار ہو جاتی ہے۔ بیج سے پودا کس طرح نکلتا ہے۔ پودے کی پرورش کس طرح ہوتی ہے۔ ٹہنیاں اور پتے کس طرح اور کیوں پیدا ہوتے ہیں اور

نشوونما پاتے ہیں۔ شگوفے غنچے پھل اور پھول کس طرح اور کیوں بنتے ہیں اور دستِ قدرت کی یہ گلکاریاں ایک مکمل ضابطے اور قانون کے مطابق کس طرح سرانجام پاتی ہیں۔ اس کی دلچسپ اور حیرت افزا تشریح آپ علمِ نباتات کی کسی کتاب سے دیکھ سکتے ہیں اور زمینِ مردہ کے از سرِ نو زندہ ہو جانے کی نشانی سے اپنے ایمان کو تازہ کر سکتے ہیں۔

آگے چل کر ایک اور آیت اللہ کی طرف توجہ دلاتی ہے اور کہا ہے کہ "پاک ہے وہ خدا جس نے زمین سے اُگی ہوئی سب چیزوں کے جوڑے بنائے اور خود اُن کے اور اُن چیزوں کے جنھیں وہ نہیں جانتے"۔

عموماً مفسرین "سب چیزوں کے جوڑے بنائے" سے یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر چیز مختلف اقسام و اصناف کی ہوتی ہے۔ مثلاً پھل ہیں تو ہزار ہا قسم کے۔ پھول ہیں تو بیشمار قسموں کے۔ پودے ہیں تو ان کا بھی کوئی حدوحساب نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن سائنس بتاتی ہے کہ سب چیزوں کے جوڑے سے مراد ہے سب چیزوں کے نرومادہ۔ سائنس کا دعوٰی ہے کہ سوائے جانوروں کے باقی مخلوق میں نرومادہ کی دریافت اس کی تازہ تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کا ایک دفعہ نہیں بلکہ بارہا بار انکشاف کیا ہے۔ اور اگر کتابِ مجید کی اس آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بارے میں قرآن مجید کے انکشافات کی وسعت سائنس کے انکشافات سے کہیں زیادہ ہے۔

حیوانات میں نرومادہ کا ہونا تو ظاہر ہے اور تناسل کا انحصار اسی جوڑے پر ہے۔ نباتات کے متعلق اس فن کا طالب العلم آپ کو بتائے گا کہ

"عموماً ایک پھول کے دو حصے ہوتے ہیں۔ نرومادہ۔ جب تک مادہ نر سے حاملہ نہ ہو۔ وہ پھل یا بیج کی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ پھول کے نر حصے میں ایک غبار سا ہوتا ہے جسے انگریزی میں پولن اور اردو میں مادۂ منویہ کہتے ہیں اور حصۂ مؤنث پر چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں جب مادۂ منویہ کا کوئی ذرہ ان بالوں پر گرتا ہے تو یہ اُسے پھانس لیتے ہیں۔ اور اس طرح مادہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بعض پودوں کے ساتھ نرومادہ کے پھول علیحدہ علیحدہ لیکن ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ نر

نیچے کو جھکا ہوا ہوتا ہے اور مؤنث پھول اوپر کو اٹھا ہوا۔ مقصد یہ کہ اگر نر کا مادہ منویہ گرے تو مادہ محروم نہ رہے۔

بعض ایسے پودے بھی ملتے ہیں جن کے نر و مادہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ نر کا غبار مادہ تک پہنچانے کا کام شہد کی مکھیاں، بھونرے اور تتلیاں سرانجام دیتی ہیں۔ ان پودوں کے ساتھ نہایت حسین پھول لگتے ہیں جن کی خوشبو اور رنگت ان بھونروں اور مکھیوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جب یہ نر پر بیٹھتی ہیں تو ان کی ٹانگوں اور پروں کے ساتھ غبار منویہ چمٹ جاتا ہے اور پھر جب مادۂ پھول پر بیٹھتی ہیں تو اس غبار کا کچھ حصہ وہیں رہ جاتا ہے اور اس طرح یہ پھول حاملہ ہوجاتے ہیں۔

بعض اشجار مثلاً چیل وغیرہ کے پھول نہ تو خوشبودار ہوتے ہیں اور نہ خوبصورت اس لئے وہ تیتریوں اور مکھیوں کو نہیں کھینچ سکتے۔ اس لئے یہاں ہوا سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوا نر کا غبار اڑا کر مادہ تک پہنچا دیتی ہے۔ چونکہ ہواؤں کا رخ بدلتا رہتا ہے اور اس غبار کی ایک کثیر مقدار ضائع ہوجاتی ہے اس لئے ان درختوں پر غبار منویہ بہت زیادہ مقدار میں پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ضائع ہونے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہے۔" (دو قرآن۔ برق صفحہ ۶۷ و ۶۸)

نباتات میں ازواج (نر و مادہ) کی موجودگی کے متعلق مندرجہ بالا بیان نہایت ابتدائی اور نہایت مختصر چیز ہے۔ پودوں میں سلسلۂ تناسل کی دلچسپ اور حیرت افزا تفصیلات اس فن کی کسی کتاب میں دیکھئے اور پھر اندازہ کیجئے کہ "خلق الازواج کلھا" آیاتِ کائنات کی کتنی عظیم الشان اور ایمان پرور آیت ہے۔

یہ تو حیوانات اور نباتات کے متعلق تھا۔ موالیدِ ثلاثہ کے تیسرے مولود یعنی جمادات میں بھی یقیناً نر و مادہ موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ابھی ہماری علمی تحقیقات اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکی۔ سائنس کو ابھی ان چیزوں کی تفتیش میں ہزارہا سال دیدہ ریزی کرنی ہے۔ قرآن کریم نے کتنے واضح لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ جس طرح تم میں ازواج ہیں۔ اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والی تمام اشیاء میں ازواج ہیں۔ اور ان چیزوں میں بھی ازواج ہیں جنھیں تم ابھی تک نہیں جانتے۔

برقی رو دو قسم کی ہوتی ہے ایک کو مثبت کہتے ہیں ایک کو منفی۔ مثبت رو مثبت رو سے نہیں ملتی۔ منفی رو منفی رو کے پاس نہیں جاتی۔ لیکن مثبت رو منفی رو کے سامنے آجائے تو فوراً اس سے مل جاتی ہے اور اس اجتماع سے روشنی، گرمی اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ بجلی کے لمپ، بجلی کے پنکھے، بجلی کی انگیٹھیاں اور بجلی سے چلنے والی مشینیں اور گاڑیاں نر اور مادہ بجلی کے اتصال کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہیں۔ ان معاملات میں انسانی تحقیق ابھی اپنے ابتدائی منازل میں ہے جوں جوں اس تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا آیاتِ کائنات کی حقیقت شناسی انسان کے لئے بیش از بیش ایمان کی پختگی کا باعث ہوتی جائے گی۔

دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

پھر رات اور دن کو نشانی بتایا۔ اگر ہم دن رات کے معاملے پر ہی پورا پورا غور کریں تو یہ ایک نشانی ہی ہمارے ایمان کی تکمیل کے لئے کافی ہے۔ ہر روز سورج چڑھتا ہے اور ڈوبتا ہے، صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے۔ دن ہوتا ہے اور رات ہوتی ہے لیکن ہماری اعراض کی عادت کا بُرا ہو، کبھی ہم نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس پر تدبر نہیں کیا۔ کبھی ہم نے سوچا کہ سال کے ۳۶۵ دنوں میں ہر روز طلوعِ آفتاب کا وقت علیحدہ ہے اور اسی طرح ہر روز غروب کا وقت علیحدہ ہے اور کبھی ہم نے غور کیا کہ آفتاب کے طلوعِ اول کے دن سے آج تک لاکھوں سال گذرے کبھی ایک دن بھی سورج اپنے مقرر وقت سے نہ ایک سکنڈ پہلے نکلا اور نہ ایک سکنڈ پیچھے ڈوبا۔ سکنڈ تو بڑی چیز ہے ایک سکنڈ کے ہزارویں حصے کی تقدیم وتاخیر بھی کبھی نہیں ہوئی۔ کیا یہ سب کچھ کسی تقدیر العزیز العلیم کے بغیر ہو رہا ہے۔

اس کے بعد شمس وقمر کو آیات اللہ کہا گیا۔ سورج اور چاند اور کواکب کے متعلق اگر آپ علم الافلاک کی کوئی کتاب دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام چیزیں ایک نہایت زبردست حکیمانہ قانون کے تحت ہیں اور انھوں نے کبھی اس قانون کے مقرر کردہ ضوابط کی خلاف ورزی نہیں کی۔ سورج، چاند، زمین اور دوسرے سیارے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کیوں نہیں جاتے یہ اُس عزیز العلیم کے ایک قانون کا کرشمہ ہی ورنہ کائنات کا یہ تمام سلسلہ چشم زدن میں تباہ ہو جاتا۔

سورج کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ساکن ہے۔ قرآن مجید میں شمس کے ساتھ لفظ تجری لگا ہوا ہے لیکن اس میں کوئی تضاد نہیں۔ تجری لمستقر لہا سورج کے ساکن ہونے کے منافی نہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر چند سورج نظامِ شمسی میں ساکن ہونے کی حیثیت رکھتا ہے اور نظامِ شمسی کے تمام سیارے یعنی زمین چاند، زہرہ، مریخ، عطارد اور زحل وغیرہ سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام تر نظام شمسی یعنی خود سورج اور اس کے گرد پھرنے والے سیارے کسی اور شمس کے گرد چکر لگا رہے ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ کائنات کا مرکز ہر جگہ ہے۔ لیکن کائنات کا محیط کہیں نہیں۔ فی الواقعہ کائنات غیر محدود ہے۔ اور اس کی وسعت ہمارے تخیل کی وسعت سے بھی وسیع تر ہے۔ خدا جانے اس بے پایاں اور بے نہایت وسعت میں کتنے نظامِ شمسی ہوں گے اور ہمارا نظامِ شمسی فضا کے اس بحرِ بیکراں میں ایک قطرے کی حیثیت بھی رکھتا ہوگا یا نہ۔ علاوہ ازیں معلوم تو یوں ہوتا ہے کہ کائنات میں کوئی چیز ساکن نہیں اور نہ ساکن ہو سکتی ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک حیثیت سے ساکن ہو اور دوسری حیثیت سے متحرک۔ مثلاً خود ہماری زمین ہر اس چیز کے لحاظ سے جو اس سے وابستہ ہے ساکن ہے لیکن باقی کائنات کے لحاظ سے وہ متحرک ہے اور متحرک بدو حرکت۔ خود کائنات بحیثیتِ مجموعی یقیناً گردش میں ہوگی۔ خود اپنے گرد اگر دہی کیوں نہ ہو۔

اور پھر کشتی کو آیت اللہ کہا اور دوسری سواریوں کو بھی۔ فی الواقعہ کشتی بھی ایک نشانی ہی بشرطیکہ ہم اس پر غور کریں۔ کشتی بھی تقدیر العزیز الحکیم کی وجہ سے چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک قانون کے ماتحت دریاؤں اور سمندروں کو طے کرتی ہے اگر کوئی قانون نہ ہوتا تو کشتیاں یقیناً غرق ہو جاتیں۔ ایک تولہ بھر لوہے کا ٹکڑا پانی کی سطح پر نہیں ٹھیر سکتا تو پھر ہزاروں من لوہا بغیر کسی تقدیر اور قانون کے کس طرح تیر سکتا ہے؟ باقی تمام سواریوں کا بھی یہی حال ہے۔ نئی سواریوں کو دیکھئے، ہوائی جہاز ہیں۔ ریل گاڑیاں ہیں۔ موٹر کاریں ہیں۔ یہ سب خدائی قانونوں کے ماتحت اور ان قوانین کی پابندی کی برکت سے چلتی ہیں۔ یہ قانون انسان کے بنائے ہوئے نہیں۔ انسانی ہاتھ گاڑیاں بناتے ہیں لیکن یہ گاڑیاں جن قوانین کے ماتحت چلتی ہیں وہ خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ البتہ انسان کی یہ کوشش قابلِ داد ہے کہ اس نے اپنی عقلِ خدا داد سے کام لیکر ان قوانین کو دریافت کر لیا۔ تدبر کرنے والے لوگ دنیا میں کتنا آگے بڑھ گئے اور اعراض کرنے والے لوگ

کتنا پیچھے رہ گئے۔

قرآن نے اِن نشانیوں کو ایک ایک کر کے گنا۔ لیکن آخر میں یہ کہا کہ اِن لوگوں کے سامنے جب کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی اپنی جگہ سوچنا چاہئے کہ ہم انہی منہ پھیرنے والے لوگوں میں سے تو نہیں۔

ذکرِ الٰہی سے اعراض | اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کوئی نصیحت کوئی ہدایت کوئی تعلیم کوئی درسِ عبرت غرضکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بات ذکرِ الٰہی کہی جاسکتی ہے۔ پس ذکرِ الٰہی بھی آیات اللہ میں سے ہے جس پر غور و فکر لازم ہے لیکن ذکرِ الٰہی کے پے در پے آنے کے باوجود انسان کفر و جحود میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جس کا باعث بالکثر حالات یہی اعراض ہے۔

| | |
|---|---|
| كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ مَا | اس طرح ہم بیان کرتے ہیں تیرے لئے خبریں اُن |
| قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا | چیزوں کی جو پہلے گزر چکیں اور تحقیق دیا ہم نے |
| مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ | تجھے اپنی طرف سے ذکر۔ جس نے اُس سے منہ پھیرا |
| الْقِيٰمَةِ وِزْرًا۔ (۲۰ - ۹۹ و ۱۰۰) | وہ قیامت کے دن بوجھ اٹھائے گا۔ |

قرآن مجید میں جا بجا تاریخ کے گزشتہ واقعات عبرت کے لئے بیان ہوئے اور خدا پر اور خدا کی یکتائی پر ایمان لانے کے لئے قطعی اور دلنشین دلیلیں بیان ہوئیں۔ لیکن جو لوگ اُن پر غور نہیں کرتے وہ دولتِ ایمان سے محروم رہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ | نزدیک آگیا لوگوں کے لئے اُن کا حساب اور وہ |
| غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ | غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں جب کبھی اُن کے پاس |
| مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ | اُن کے رب کی طرف سے کوئی نیا ذکر آیا تو انھوں نے |
| يَلْعَبُوْنَ ۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۔ (۲۱ - ۱ تا ۳) | اُسے کھیلتے ہوئے سنا۔ ان کے دل غفلت میں ہیں۔ |

ایک معنوں میں تو آدمی کا حساب روزانہ ہوتا رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ قیامت بھی چنداں دور نہیں۔ زندگی چند روزہ ہے اور مرنے کے بعد تو حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے اور قطعی حساب کا دن بھی آئے گا تو ہم سمجھیں گے کہ مرنے کے فوراً بعد ہی آگیا۔ بایں ہمہ آدمی ہے کہ غفلت کی نیند سو رہا ہے اور جب کبھی اُس کے

پاس اللہ کی کوئی نئی نشانی یا ذکر آتا ہے تو وہ اس سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ اور سنتا بھی ہے تو دریں حال کہ وہ کھیل رہا ہوتا ہے اور اس سُنی ہوئی بات پر قطعاً غور نہیں کرتا۔ اس کے کان سنتے ہیں لیکن دل خوابِ غفلت میں ہوتا ہے اس لئے وہ آیت اللہ اور ذکرِ الٰہی سے فیض یاب نہیں ہو سکتا۔

| | |
|---|---|
| قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ | کہو کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات اور دن |
| الرَّحْمٰنِ۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ | اللہ سے۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ذکر سے |
| مُعْرِضُونَ۔ (۲۱-۴۲) | منہ پھیرنے والے ہیں۔ |

موت ہر وقت انسان کے سامنے کھڑی ہے۔ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں زہریلے جراثیم ہر وقت فضا میں موجود رہتے ہیں۔ رنگارنگ بیماریوں کا مواد خود انسان کے جسم میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ رنج و غم اور آلام و مصائب کے ہزاروں سامان ہمیشہ آدمی کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں۔ پھر وہ کون سی طاقت ہے جو ہمیں ان سے ایک مقررہ وقت تک بچائے رکھتی ہے۔ کیا ہم نے کبھی اس پر غور کیا ؟ نہیں، بلکہ ہم تو خدا کے ذکر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ | پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ نصیحت سے مُنہ |
| كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ۔ فَرَّتْ مِنْ | پھیر لیتے ہیں۔ گویا وہ بدکے ہوئے گدھے |
| قَسْوَرَةٍ۔ (۴) | ہیں کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔ |

یہاں معرضین کو بدکے ہوئے گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو شیر کو دیکھ کر ڈر کے مارے بے تحاشا بھاگ جاتے ہیں۔

آیاتِ الٰہی کو دیکھکر اُن سے مُنہ پھیر لینے والوں کے لئے نہایت عمدہ تشبیہ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ | اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتا ہے |
| عَذَابًا صَعَدًا۔ (۷۲-۱۷) | داخل کرے گا اللہ اس کو سخت عذاب میں۔ |

**انعامِ الٰہی سے اعراض** اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی آیات اللہ ہیں۔ ہمارے کھانے کے لئے قسم قسم کے اناج اور رنگ رنگ کے پھل پیدا کئے۔ ہم سے زیادہ طاقتور جانوروں کو ہمارا مطیع بنایا۔ جن سے ہم ہزاروں

فائدے اٹھاتے ہیں۔ کائنات کی ہزارہا چیزوں کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے لیکن ہم ہیں کہ کبھی ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا خیال بھی کبھی دل میں نہیں آتا۔ اگر ہم خدا کے ان انعاموں پر غور کرتے تو ازدیادِ ایمان کا باعث ہوتا۔

| | |
|---|---|
| وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ | اور جب نعمت بھیجتے ہیں ہم انسان پر تو منہ پھیر |
| اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ وَاِذَا مَسَّہُ | لیتا ہے اور اپنی کروٹ دور کر لیتا ہے اور جب اس کو |
| الشَّرُّ کَانَ یَؤُسًا (۱۷-۸۳) | برائی پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ |

یہ انسان کا خاصہ ہے کہ وہ روزانہ خدا کی نعمتوں سے مستفید ہوتا رہتا ہے لیکن کبھی لمحہ بھر اُس نے اس پر غور نہیں کیا اور نہ خدا کا شکر ادا کیا۔ نعمت ملی اور منہ پھیر لیا۔ بلکہ کروٹ بدل کر ایک طرف ہو گیا اور جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی غور و فکر کا ایک مقام تھا۔ نہ کہ محض یاس کا۔ لیکن اعراض کی بد عادت انسان کو قطعاً غافل بنا دیتی ہے اور اس کے قوائے فکر و تدبر کو بالکل معطل کر کے رکھ دیتی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ | اور جب نعمت بھیجتے ہیں ہم انسان پر تو وہ مُنہ پھیر |
| وَنَاٰ بِجَانِبِہٖ وَاِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ فَذُوْ | لیتا ہے اور اپنی کروٹ کو دور کر لیتا ہے اور جب اس کو |
| دُعَآءٍ عَرِیْضٍ۔ (۴۱-۵۱) | تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔ |

حاصل کلام یہ کہ نہ سختی میں صبر ہے اور نہ نرمی میں شکر۔ جو شخص حصولِ نعمت پر شکر گزار نہیں ہوتا تکلیف کے وقت اس کی دعائیں بھی چنداں معنی نہیں رکھتیں۔ آیاتِ الٰہی سے منہ پھیر لینا۔ بے توجہی اور بے رخی کرنا۔ انسان کو غفلت کی ایسی گہری نیند سلا دیتا ہے جو موت کے برابر ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| فَلَمَّآ اٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ | پس جب دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے تو بخل کیا |
| وَتَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۹-۷۶) | انھوں نے ساتھ اس کے اور پھر گئے اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔ |

دولت پا کر بخل کرنا یہ بھی اعراض کی وجہ سے ہے۔ اگر آدمی خدا کی دولت بخشی پر غور کرے تو یقین ہے کہ وہ بخل نہ کرے۔ یہاں دولت سے مراد ہر قسم کی دولت ہے، دولتِ دنیا۔ دولتِ علم وغیرہ وغیرہ۔

آیاتِ احکام سے اعراض

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲-۸۳)

اور جب لیا ہم نے قول بنی اسرائیل کا کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔ اور لوگوں کو بھلی بات کہو اور قائم رکھو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ۔ پھر تم سوائے چند ایک کے پھر گئے اور تم منہ پھیرنے والے ہو۔

جو حکم بنی اسرائیل کو تھا وہی ہم کو بھی ہے لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو مذکورہ بالا احکام سے مُنہ پھیرنے والے نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ (۳-۲۳)

کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنھیں دیا گیا کتاب کا ایک حصہ بلائے جاتے ہیں کتاب اللہ کی طرف تاکہ وہ ان کے درمیان حکم کرے۔ پھر ایک فریق ان میں سے پھر جاتا ہے اور منہ پھیرنے والے ہیں۔

غیر تو رہے درکنار خود مسلمان کتاب اللہ کو اپنا حکم نہیں بناتے۔ وجہ یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ پر کبھی غور نہیں کرتے۔ اور اگر کتاب اللہ کے کچھ احکام سُن بھی لیتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیاتِ عبرت سے اعراض

تاریخی واقعات بھی آیات اللہ ہیں اگر آدمی ان پر غور کرے تو عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون۔ فاخذتهم الصیحة مشرقین۔ فجعلنا عالیها سافلها وامطرنا علیهم حجارة من سجیل۔ ان فی ذلك لاٰیٰت للمتوسمین وانها لبسبیل مقیم۔ ان فی ذلك

تیری زندگی کی قسم وہ اپنی مستی میں سرگرداں تھے پس پکڑا ان کو تند آواز نے صبح کے وقت۔ پس ہم نے اسے تہ و بالا کر دیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔ یقیناً اس میں پہچاننے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں اور وہ بستی چلتے راستے میں ہے۔ تحقیق

لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَاِنْ کَانَ اَصْحٰبُ — اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے اور بن کے رہنے

الْاَیْکَۃِ لَظٰلِمِیْنَ۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْھُمْ — والے البتہ ظالم تھے۔ پس بدلہ لیا ہم نے ان سے اور

وَاِنَّھُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ وَلَقَدْ کَذَّبَ — وہ دونوں شارع عام پر ہیں اور تحقیق جھٹلایا حجر کے

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَاٰتَیْنٰھُمْ — رہنے والوں نے پیغمبروں کو۔ اور دیں ہم نے ان کو اپنی

فَکَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ۔ (۱۵-۷۷ تا ۸۱) — نشانیاں لیکن وہ اُن سے مُنہ پھیر لیتے تھے۔

ان آیات میں پہلے قومِ لوط کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی بستی زلزلے سے تباہ ہوئی۔ تند آوازیں، شہروں کا تہ وبالا ہونا اور پتھر برسنا یہ چیزیں زلزلوں میں واقع ہوتی ہیں۔ بن کے رہنے والوں سے مراد قومِ شعیب ہے۔ ان دونوں قوموں کی اجڑی ہوئی بستیاں عرب سے شام جاتے ہوئے رستے پر پڑتی ہیں۔ اصحاب الحجر سے مراد قومِ ثمود ہے۔

یہاں قرآنِ مجید نے بعض تاریخی واقعات بیان کئے اور ان واقعات کو آیات کہا۔ اگر بعد میں آنے والی قومیں گزشتہ قوموں کے واقعات پر غور کریں تو یقیناً یہ واقعات اُن کے لئے آیات اللہ کا کام دیں۔

معلوم ہوا کہ تاریخ کا مطالعہ اور تاریخی واقعات پر غور کرنا اور اُن سے عبرت حاصل کرنا مومن کے لئے ضروری ہے کیونکہ یہ بھی آیات اللہ ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ آسمانی کتابیں، پیغمبروں کی تعلیم، صحیفۂ کائنات اور تاریخی واقعات یہ سب آیاتِ الٰہی ہیں اور ان پر غور کرنا تکمیلِ ایمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم سب الا ماشاء اللہ ان آیات کو دیکھ اور سُن کر منہ پھیر لیتے ہیں اور اس اعراض کی وجہ سے ایمانِ کامل کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔

نگویند از سرِ بازیچہ حرفے — کزاں پندے نہ گیرد صاحبِ ہوش
وگر صد بابِ حکمت پیشِ ناداں — بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

(سعدی)